وِنگ کمانڈر فدا محمد

ملت اسلامیہ کا استحکام

تمہید

جس کائنات میں ہم رہتے ہیں اس میں کچھ خاص قوانین کار فرما ہیں جن کے مطابق مختلف اشیاء وجود اور مختلف واقعات ظہور میں آتے رہتے ہیں سورج کا طلوع و غروب ، دن رات کا الٹ پھیر ، موسموں کا تغیر و تبدل ، نباتات کی نشو و نما اور فنا و بقا ، حیوانات کی حیات و ممات — وغیرہ سب اشیاء اور واقعات ایک قانون کے تابع ہیں ۔ چنانچہ انسان ، جو اس کائنات میں اشرف المخلوقات اور خلیفۂ خدا کی حیثیت رکھتا ہے ، بھی ایک پہلو سے انہی قوانین کا پابند ہے ۔ اس کی زندگی اور موت ، مرض اور صحت اور دیگر امور پر طبعی قوانین کی حکمرانی ہے البتہ اپنی ممتاز حیثیت کی وجہ سے اس کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اپنے ارادے اور اختیار کے استعمال کرنے میں ایک خاص حد تک آزادی سے کام لے سکے ۔ یہ الگ بات ہے کہ ضمیر اور فطری الہامی صلاحیت کے ساتھ ساتھ وحی الٰہی کے ذریعے بھی اس کو بار بار بتلایا گیا ہے کہ اس آزادی کے استعمال میں محتاط رہے اس لیے کہ اس کا غلط استعمال اسے ناکام بنا سکتا ہے ۔ انسان کی زندگی کا یہی پہلو ہے جس میں اسے دوسری قسم کے قوانین کی پابندی بھی کرنی پڑتی ہے گویا انسان طبعی اور مادی قوانین کے علاوہ کچھ اخلاقی اور روحانی قوانین کا تابع بھی ہے اور یہی قوانین انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کی تقدیر کا رخ متعین کرتے ہیں ۔ ایک فرد کی حیثیت سے اس کی عزت و ذلت اور کامیابی و ناکامی کی بات ہو یا ایک قوم کی حیثیت سے اس کے نشیب و فراز اور عروج و زوال کا مسئلہ ہو دونوں انہی اخلاقی اور روحانی قوانین کی پابندی یا خلاف ورزی پر منحصر ہیں ۔

یہ قوانین بہت بے لاگ ہیں قرآن مجید نے گذشتہ دور کی بہت سی قوموں کا ذکر فرمایا ہے اور اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے کہ وہ لوگ اپنے

اعمال کی وجہ سے کامیاب و کامران یا ذلیل و ناکام ہوئے۔ ان کا انجام ان کے اپنے اعمال کی نوعیت کے مطابق نکلا۔ اگر وہ ہلاک ہوئے یا ناکام و نامراد ہوئے۔ تو یہ ان کے برے کرتوتوں کا ہی نتیجہ تھا۔)

و ما ظلمناھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون (۱۱۸/۱۶) اور اگر وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے تو یہ بھی جزاءً بما کانوا یعملون (۱۶/۴۶) اس لیے کہ یہاں تو اصول ہی یہی ہے کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ (۳۹/۵۳) ان احسنتم لا نفسکم وان اسأتم فلھا (۷/۱۷) یعنی انسان کی ہر کوشش و سعی اور ہر نیکی و بدی کا اچھا یا برا اثر اسی پر پڑتا ہے۔

اسلام۔۔کامیابی کا دستور العمل

ان آیتوں سے یہ بات صاف طور پر سامنے آتی ہے کہ انفرادی اور قومی زندگی میں ترقی اور تنزل کے لیے کچھ ابدی اصول ہیں اور وہ ایسے ہی اٹل ہیں جیسے کہ ع گندم از گندم بروید جو زجو ، چونکہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ خدا کے باغی تو زمین میں جبر و تشدد کرتے ہوئے دندناتے پھریں اور اس کے ماننے والے محکوم اور بے بس رہیں ، اس لیے اسلامی تعلیمات میں وہ تمام اصول بتائے گئے ہیں جو کامیابی اور کامرانی کے ضامن ہیں اسلام اگرچہ رحمت ، امن اور سلامتی کا علمبردار ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ عزت اور غلبے کا نظام بھی ہے اس لیے اس کے بتائے ہوئے اصول اتنے جاندار ہیں کہ ان پر عمل کرنے والے صرف پاک اور راستباز ہی نہیں بنتے بلکہ اقوام عالم میں سرخرو اور سرفراز بھی رہتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرن اول کے مسلمان ، جو سب سے زیادہ انہی اصولوں پر عمل پیرا تھے ، جہاں بھی گئے کامیاب ہوئے جدھر کا رخ کیا کامرانی نے ان کے قدم چومے۔ آغاز اسلام کے وقت عرب کے جو حالات تھے وہ تاریخ کے کسی طالب علم سے مخفی نہیں ان کے مذہبی خیالات ، علمی حالات ، تمدنی روایات ، تہذیبی تصورات ، معاشرتی رسومات اور اخلاقی اقدار جس طرز کے تھے وہ کوئی چھپا راز نہیں۔ گرد و پیش کی مضبوط حکومتوں کے زیر اثر ان کی سیاسی محکومیت اور معاشی پسماندگی سے بھی سب واقف ہیں۔ تاہم یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ حلقہ بگوش اسلام بننے کے بعد ان کے حالات نے جو پلٹا کھایا اور جس طریقے سے ان کی پوری زندگی کی کایا پلٹ گئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ جس شاندار عروج پر فائز ہوئے اخلاقی طور پر انہیں جو کمال نصیب ہوا۔

قوجی اور سیاسی طور پر اپنے مد مقابل صدیوں سے چلی آنے والی دو عظیم الشان حکومتوں کو جس طرح شکست فاش دی وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ ممکن ہے قرن اول کے مسلمانوں کی یہ محیرالعقول ترقی فلسفۂ تاریخ کے غیر مسلم مفکرین کے لیے ناقابل فہم ہو اور وہ اس کے حقیقی اسباب سمجھنے سے قاصر ہوں مگر ہم جانتے ہیں کہ دس سال کے مختصر عرصے میں ساڑھے بارہ لاکھ مربع میل زمین پر اسلامی ریاستوں کی توسیع (جس کی اوسط رفتار ۲۷۰ میل روزانہ بنتی ہے) کا اصل سبب کیا تھا؟ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ عہد نبوی کے بعد پندرہ سال کے اندر اسلامی سلطنت دو وسیع بر اعظموں پر کیسے پھیل گئی اور یہ کہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل زمین کی وسعتوں میں اسلامی پرچم لہرائے جانے کا اصل راز کیا تھا؟ اور یہ صرف شاندار ماضی کی بات نہیں بلکہ اسلام ایک ایسا نظام حیات ہے جو ہر زمانے میں متحرک اور فعال (Dynamic) ہے جو ہر دور میں جدید اور ہر عہد میں ترقی پسند (Progressive) ہے اور ہر وقت یہ مژدۂ جانفزا سناتا ہے کہ فان حزب اللہ هم الغالبون (۵/۵۲) ''اللہ کا گروہ یقیناً غالب ہے'' ألا ان حزب اللہ هم المفلحون (۲۲/۵۸) ''یاد رکھو اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے'' — اس مضمون پر مشتمل بے شمار آیتیں ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کامیابی ہی کا دوسرا نام ہے۔ کامیابی فرد کی بھی اور جماعت کی بھی، کامیابی دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی، کامیابی مادی بھی اور روحانی بھی — اور کامیابی بھی افراط و تفریط سے پاک، نہایت متوازن اور معتدل!

اسباب زوال

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اسلام کی دی ہوئی تعلیمات زندگی میں عملاً نافذ رہیں تو مسلمان علم، ادب، اخلاق، تہذیب، تمدن، سیاست الغرض زندگی کے ہر شعبے میں اقوام عالم کے امام بنے رہے لیکن جب ان تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا گیا اور ان کی تعمیل میں غفلت اور کوتاہی برت لی گئی تو مسلمان زوال و ادبار کی مجسم تصویر بن گئے۔ آئیے ذرا اس اجمال کا تفصیلی جائزہ لیں اور زوال کے حقیقی اسباب معلوم کریں۔

مسلمانوں کے زوال کے جتنے بھی اسباب ہیں وہ سب اپنی جگہ بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ تاہم ان سب اسباب کی تہ میں جو تلخ حقیقت نظر آتی ہے وہ یہ امر ہے کہ مسلمان سیاسی میدان اور فوجی معرکوں میں جو برتری

اور کامیابی حاصل کرتے گئے ۔ وہ قابل تعریف ہونے کے باوجود اس لحاظ سے تشنہ رہی کہ توسیع مملکت کے بعد نو مسلموں کے لیے اسلامی تعلیم و تربیت کا کوئی مناسب بندوبست نہیں کیا گیا ۔ قرن اول کے دور اندیش مدبر حضرات نے تو بطور خاص اس کا خیال رکھا تھا کہ توسیع (Expansion) سے زیادہ استحکام (Consolidation) کا خیال رکھا جائے ۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی ۔ مگر خلفائے راشدین کے بعد اس اہم حقیقت کا خیال نہ رکھا گیا اگرچہ ہر دور میں بکثرت ایسے صاحب عزم افراد روشنی کے مینار کی طرح نمایاں نظر آتے ہیں جنھوں نے انفرادی سطح پر لوگوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کے لیے بھر پور کوششیں کیں اور ایمان و عمل کی وہ شمعیں روشن کر گئے جن سے کفر و باطل کی ظلمتیں دور ہوئیں ۔ تاہم اجتماعی سطح پر ایسا منظم ادارہ نظر نہیں آتا جس نے نو مسلموں کی مکمل تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی ہو چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جذباتی وابستگی کے باوجود ایسے لوگ نسبتاً قلیل التعداد رہے ہیں جو کامل شعور اور دل و دماغ کی مکمل یگانگت کے ساتھ اسلام کی ابدی صداقتوں پر پوری طرح عمل پیرا رہے ہوں ۔ ارکان اسلام کی تھوڑی بہت پابندی ضرور کی جاتی رہی چند بے ضرر قسم کی رسومات اور روایات پر بھی عمل ہوتا رہا مگر زندگی کے سب انفرادی دائروں اور اجتماعی اداروں میں اسلام کی مکمل حکمرانی رہے ، اس ضمن میں معاشرے کے اکثر افراد قاصر رہے ۔

اس صورت حال کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب کبھی غیر اسلامی افکار کا حملہ ہوا تو ایک بڑے مؤثر طبقے میں سے عموماً کمزور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس بارے میں یونانی فلسفے اور مغربی نظریات کا اثر قریب قریب یکساں رہا ۔ دونوں صورتوں میں ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں'' کی ذہنیت رکھنے والے افراد مخالفین کو مسلم معاشرے سے ہی ملے ۔ اور اگرچہ بعض اولوالعزم ہستیاں ہمیشہ اس صورت حال سے نبرد آزما رہیں مگر بحیثیت مجموعی نتیجہ یہی نکلا کہ فکری انتشار میں وحدت ملی پارہ پارہ ہوتی رہی ، عملی اضمحلال سے جذبۂ جہاد سرد پڑتا گیا اور فکری جمود اس طور پر طاری ہوئی کہ اجتہاد کی صلاحیت مفقود ہوتی گئی ۔ گویا جذبۂ جہاد کی سرد مہری ، علمی اجتہاد کی کمی اور ملی اتحاد کے فقدان نے مل جل کر وہ فضا پیدا کی جس میں زوال و انحطاط کا دور دورہ شروع ہوا یہاں تک کہ انیسویں صدی میں یہ انحطاط انتہا تک پہنچ گئی ۔ علمی لحاظ ہی سے نہیں عملی لحاظ سے بھی مسلمان بہت پیچھے رہ گئے سیاسی

میدان ہی میں نہیں فکری دنیا میں بھی انہوں نے غلامی کا قلادہ پہن لیا ان کے قوائے فکر و عمل کمزور ہوئے تو سازشوں اور ریشہ دوانیوں نے ان کا رہا سہا وقار بھی ختم کیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ تین براعظموں پر پھیلی ہوئی حکومتوں کے یہ فرمانروا بیسویں صدی کے اوائل تک دنیا میں ہر جگہ سیاسی طور پر محکوم اور اقتصادی طور پر پسماندہ ہو گئے اور ان کی آزاد حیثیت ختم ہو کر رہی -

اسباب عروج

لیکن قدرت بہت مہربان ہے جب تک مکمل بے وفائی نہ کی جائے اس کی فیاضیاں اور بے پایاں رحمتیں جاری رہتی ہیں اسی بیسویں صدی میں جہاں یہ زوال و ادبار میں انتہا تک پہنچ گئے وہاں قانون قدرت نے انہیں ایسے عظیم الشان رہنما بھی ملے جنہوں نے ان حالات کا تجزیہ کیا اور ان اسباب کی نشاندہی کی جو اس انحطاط اور زوال کے ذمہ دار تھے - اس کے بعد نثر اور نظم کے ذریعے اور تحریر اور تقریر کے ذریعے عالم اسلام کو جھنجھوڑا خواب غفلت سے جگایا اور خود ہر قسم کے جبرو استبداد کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر حریت کا پرچم بلند کیا اس کے نتیجے میں پورے عالم اسلام میں بیداری کی لہر دوڑ گئی ان میں عظمت رفتہ کا احساس پیدا ہوا یہاں تک کہ اسلامی ممالک جگہ بہ جگہ غیر ملکی غلامی سے آزاد ہونے لگے جنگ عظیم دوم تک بمشکل چار ایسے مسلمان ممالک تھے جو آزاد کہلائے جا سکتے تھے مگر اب ان کی تعداد انچاس (۴۹) تک پہنچ گئی ہے -

انیسویں اور بیسویں صدی کی تحریک آزادی میں جہاں سید جمال الدین افغانی ، مفتی محمد عبدہ ، شکیب ارسلان اور عرب اور افریقہ کے بہت سے دوسرے رہنماؤں کے نام لیے جا سکتے ہیں وہاں برصغیر پاک و ہند میں سید احمد شہید ، خانوادۂ شاہ ولی اللہ کے اکابر کے علاوہ سر سید احمد خان ، مولانا محمد علی جوہر ، علامہ اقبال اور قائد اعظم اور بہت سے دیگر نامور رہنما بھی نمایاں طور قابل ذکر ہیں — ان سب رہنماؤں نے جہاں مسلمانوں کو عظمت ماضی کی شاندار روایات یاد دلائیں وہاں انہوں نے اپنے اپنے ماحول ، زمانے ، حالات اور مسائل کی روشنی میں عروج کی تدابیر بھی بتائیں - اور یہ انہی تدابیر پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ تھا ، کہ حریت فکر و عمل کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکا -

اب جب کہ آزادی حاصل ہو چکی ہے اس کو برقرار رکھنے کا عظیم

مسئلہ در پیش ہے اس وقت عالم اسلام کو زبردست چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے اگر خدانخواستہ عالم اسلام نے اس کشمکش میں غفلت برتی ، ماضی کے حقائق سے سبق نہیں سیکھا اور انہی غلطیوں کا اعادہ کیا جو اس سے پہلے اس کے زوال و انحطاط کی باعث بنی تھیں تو اسے سخت نقصانات اٹھانے پڑیں گے ۔ اس وقت حالات کا زبردست تقاضا ہے کہ عروج کی تدابیر اختیار کی جائیں تا کہ عالم اسلام کو اتنا استحکام نصیب ہو کہ وہ دنیا کے لیے رحمت کا پیغام بن سکے ۔ آئیے ذرا ایک نظر ان اصولوں پر ڈالتے ہیں ۔ جو اس مقصد کے لیے ضروری ہیں ۔

اگر ہم کامیابی کے اس دستور العمل کا تجزیہ کریں ۔ جو اسلام نے دیا ہے تو ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ اسی ضمن میں اسلام کی جملہ تعلیمات کا ماحصل **قوت کا حصول** ہے ۔ چونکہ اسلام اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اس عالم آب و گل میں جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات ہے اس لیے اپنے ماننے والوں کو اس نے تاکیدی حکم دیا ہے :

و اعدوالھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدو کم (۸/۶۰)

’’اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے تم رعب جمائے رکھو اللہ کے دشمنوں پر ، اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسرے (کافروں) پر بھی جن کو تم نہیں جانتے . . . ‘‘

اور یہی قوت ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کامیابی کی ضمانت فراہم کرتی ہے . . . اس قوت میں جہاں مادی ساز و سامان ، وسائل جنگ اور آلات حرب و ضرب شامل ہیں وہاں غیر متزلزل ایمان ، بے داغ سیرت و کردار اور معاشرتی نظم و ضبط اور وحدت بھی اس قوت کے اہم ذرائع ہیں بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اس قوت کا اظہار اور حصول حسب ذیل شقوں میں کیا جا سکتا ہے ۔

(ا) روحانی اور اخلاقی قوت

اسلام ایک زبردست نظریۂ حیات دیتا ہے جو بذات خود ایک عظیم قوت کا حامل ہے اس نظریاتی قوت کی بنیاد وہ غیر متزلزل ایمان و یقین ہے جو خدا اور آخرت کے دن پر قائم ہوتا ہے یہ ایمان جتنا مضبوط ہوگا انسان اندر سے اتنا ہی قوی ہوگا مضبوط ایمان کی بدولت وہ ہر قسم کے خارجی طوفانوں سے مقابلہ کرنیکی استعداد بخشیگا ۔ سیرت و کردار کے لیے ایک

محکم اساس ایمان ہی فراہم کر سکتا ہے ۔ اس کے نتیجے میں یقین ، امید ، عزم و ہمت ، جرأت و استقامت ، دیانتداری ، احساس ذمہ داری اور وہ دیگر اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں ۔ جو ترقی اور کامیابی کے ضامن ہوتے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ایمان فکری مرکزیت کے علاوہ عزم و عمل کا بلند ترین نمونہ انسان کو فراہم کرتا ہے جو جہد مسلسل کی تلقین کرتا ہے ۔ **عبادات** اخلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ فکری ہم آہنگی ، عملی وحدت اور ایک مشترکہ نصب العین کے لیے بہت سے معاشرتی صفات پیدا کرتی ہیں مثلاً ہمدردی ، اخوت ، مساوات ، نظم و ضبط وغیرہ کے اعلیٰ معیار فراہم کرتی ہیں ۔

(ب) علمی قوت

ایمان اور سیرت و کردار کے بعد قوت کا ایک بہت اہم ذریعہ علم و فن ہے ۔ یہ مومن کا ہتھیار ہے اسی کی بدولت وہ سب چیزیں حاصل کی جا سکتی ہیں ۔ جنہیں قوت کے وسائل سمجھا جاتا ہے چنانچہ یہی **وجہ** ہے کہ **قرآن** مجید کی پہلی **نازل ہونے** والی وحی میں ایک دفعہ قلم ، دو دفعہ اقرء (پڑھو) اور تین دفعہ علم سے مشتق الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں ۔ جن سے علم کی وہ اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو اسلامی نظام حیات میں اسے حاصل ہے اگر مغربی قوموں کے عالمگیر غلبے کا سبب معلوم کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ علمی ترقی ہی اس کا سبب ہے آج بھی دنیا میں جن قوموں کو تفوق اور برتری حاصل ہے ۔ وہ وہی اقوام ہیں جو علمی قوت کی حامل ہیں ۔ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے :

قوت مغرب نہ از چنگ ورباب　　نے ز رقص دختران بے حجاب
نے ز عریاں ساق و نے از قطع موست　　نے ز سحر ساحران لالہ روست
محکمی او را نہ از لا دینی است　　نے فروغش از خط لا طینی است
قوت افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است

اگرچہ اسلام اس علم کو جہل مرکب سمجھتا ہے جو خدا شناس نہ ہو اس لیے کہ اس کے نتائج انسانیت کے لیے مہلک ہوتے ہیں تاہم ایک صاحب ایمان کے لیے علمی قوت ، فنی اور تکنیکی مہارت کو ضروری سمجھتا ہے ”واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ“ میں جو حکم ہے اس کا دائرۂ اطلاق جنگی آلات و وسائل کی صنعت ، جدید ترین حربی سامان کی فراہمی

اور ان کے استعمال میں مہارت تک وسیع ہے ۔ جب تک عالم اسلام اس ضمن میں خود کفیل نہیں ہوگا وہ اغیار کے رحم و کرم پر رہے گا اور ظاہر ہے بیساکھیاں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں وہ اپنے پیروں کی قائم مقام نہیں ہو سکتیں ۔ بری ، بحری اور فضائی قسم کے ہتھیار ممکن سے ممکن حد تک فراہم کرنا عین تقاضائے وقت ہے تا کہ اپنے نظریے کے دفاع کے لیے اس نظرئے کے دشمنوں کے دست نگر نہ رہیں ۔ چنانچہ اجتہادی صلاحیتوں کی نشو و نما اور علمی قوتوں کا فروغ قوت کا وہ اہم ذریعہ ہے جس کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

(ج) معاشرتی قوت

ایمان ، کردار اور علم کے بعد اجتماعی سطح پر کامیابی کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہے ان میں بنیادی اہمیت اخوت ، مساوات ، عدل ، اتحاد اور نظم و ضبط کو حاصل ہے ان کے ذریعے انفرادی قوتیں منظم (Channelised) ہو جاتی ہیں اور عملی یک جہتی قوت کا ایک عظیم سرمایہ فراہم کر دیتی ہے بالخصوص اتحاد کی صفت تو جماعتی کامیابی کے لیے لازمی حیثیت رکھتی ہے اگر ہم اپنے گذشتہ ادوار کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اسی وصف کی کمی نے ہمیں ہر جگہ شکست سے دو چار کیا ۔ سپین ، بغداد ، بر صغیر پاک و ہند (تقسیم سے قبل بھی اور تقسیم کے بعد بھی) کے حالات کا تجزیہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

افلاطون نے کتنا صحیح کہا تھا کہ ”کلہاڑی میں لوہے کا پھل درخت سے اس وقت تک چھلکا تک نہیں اتار سکتا جب تک اس کے اندر خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو“ (Divide and Rule) کا نعرہ ہمیشہ سے استحصالی قوتوں کا منشور رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے بہی خواہوں نے بھی ہمیشہ اتحاد پر زور دیا ہے ۔ سید جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال نے اسی کو نجات کا وسیلہ قرار دیا ہے ۔ بقول علامہ اقبال :

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

اصل میں اسلام نے جو نظام دیا ہے اس میں نفاق و انتشار کی گنجائش ہی نہیں رکھی گئی ہے اسلام نے وہ تمام بت توڑے ہیں جو معاشرے میں تفریق کے باعث بنتے ہیں ۔ رنگ ، نسل ، زبان ، جغرافیائی اور علاقائی حدود کی بنیاد پر جو تعصبات بنتے ہیں اسلام ان سے بالاتر رہنے کی تلقین کرتا ہے وہ عقیدے کی بنیاد پر اخوت کا عالمگیر نظریہ دیتا ہے وہ اگرچہ اپنے اپنے وطن کے دفاع اور اس کی ایک ایک انچ کی حفاظت فریضۂ ایمان قرار دیتا ہے تاہم اس جذبے کو ''سب مؤمن بھائی بھائی ہیں'' اور ''اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفریق مت کرو'' جیسی آیات کی روشنی میں اخوت اسلامیہ کے وسیع نظریے میں مانع نہیں بننے دیتا ۔ مسلمان عقیدے کے اشتراک کی بنیاد پر ''بنیان مرصوص'' کی حیثیت رکھتے ہیں سب مسلمان آپس میں ایک جسم کے مانند ہیں جس کا ہر عضو دوسرے عضو کی تکلیف میں برابر کا شریک ہوتا ہے ۔

اسلام نے صرف اتحاد و اتفاق کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ ایسے احکام دیے جن سے اختلافات کی جڑ کٹ جاتی ہے ۔ غیبت ، چغلی ، چوری ، بدکاری ، قتل ، فساد وغیرہ کی ممانعت کا ایک مقصد در اصل یہ بھی ہے کہ معاشرے میں سکون اور امن رہے اسی طرح نماز باجماعت ، حج اور کئی دوسری عبادتوں کا بھی ایک مقصد یہ ہے کہ ایک عالمگیر مسلم برادری کا قیام عمل میں لایا جائے جو رنگ و نسل اور زبان وغیرہ محدود مشترکہ بنیادوں کی بجائے عالمگیر بلکہ آفاقی بنیادوں پر مبنی ہو ۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے یہ واضح حکم دیا ہے کہ اگر مسلم معاشرے کے افراد میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو ان کی اصلاح کرو (۹/۴۹ ، ۱۰) گویا پہلے تو اختلاف پیدا ہی نہ ہونے پائے لیکن اگر اختلاف ہو تو دیگر افراد کتاب و سنت کی روشنی میں اسے حل کرنے کی کوشش کریں اور اس سلسلے میں کسی ممکن اقدام سے گریز نہ کریں ۔

اس اصول کا عملی اطلاق بین الملی سطح پر سب مسلمان ممالک پر بھی یوں ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا نہ کریں اور اختلافات کی صورت میں ایک عالمی اسلامی ادارہ ایسا ہو جو ایک اسلامی عدالت کے ذریعے یا غیر جانبدار مسلمان ممالک پر مشتمل کمیٹی کے ذریعے باہمی گفت و شنید کرکے ان اختلافات کو طے کر لیا کرے ۔ انما المؤمنون اخوۃ فأصلحوابین اخویکم (۴۹/۹۔۱۰) حکم قرآنی ہے ۔

(۱) اقتصادی قوت

اس ضمن میں وہ سب اقدامات آ جاتے ہیں جو اس وقت «ترقی پذیر» اور «پسماندہ» (یہ اصطلاحیں صرف اقتصادی نقطۂ نظر سے استعمال کی جا رہی ہیں) مسلمان ممالک کی معاشی بہتری کے لیے ممکن ہو سکتے ہیں اسلامی ممالک کے مشترکہ اقتصادی وسائل اگر مجتمع کیے جائیں اور باہمی تعاون، افرادی قوت کے تبادلے، تجارتی تعلقات کے فروغ وغیرہ مقاصد کے لیے استعمال کیے جائیں تو غیر مسلم ممالک کی بالادستی اور غیر منصفانہ تقسیم دولت کی تلافی عین ممکن ہے۔ شاید اسلامی دولت مشترکہ کا قیام آئندہ چند برسوں میں ایک حقیقت بن جائے لیکن یہ جتنی جلد ممکن ہو اتنا ہی ملت کے مجموعی مفاد کے لیے بہتر ہے۔

عالم اسلام کی موجودہ حیثیت

قوت کے بعض اہم ذرائع کی نشاندہی کرنے کے بعد ذرا عالم اسلام کی موجودہ حیثیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں کوئی انچاس (۴۹) کے قریب آزاد اسلامی مملکتیں موجود ہیں جن کی مسلمان آبادی کی تعداد ستر کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ بھارت، روس، چین، یوگوسلاویہ وغیرہ میں مجموعی طور پر کوئی بیس پچیس کروڑ مسلمان آباد ہیں اس طرح سے گویا پچانوے کروڑ کے لگ بھگ تعداد بن جاتی ہے۔

دنیا کے نقشے پر مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلے ہوئے یہ ممالک جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی اور فوجی لحاظ سے نہایت اہم حیثیت کے مالک ہیں دنیا کے تین اہم ترین سمندر بحر ہند، بحر روم اور بحر اوقیانوس سے ان کی سرحدیں ملتی ہیں۔ خلیج فارس اور تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک اس عظیم برادری میں شامل ہیں جو عالمی سطح پر بین الاقوامی سیاست میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان ممالک کی خاص فوجی اور سٹریٹجک اہمیت (Strategic Importance) بھی اتنی زیادہ ہے کہ بڑی عالمی طاقتیں ان میں دلچسپی لینے پر مجبور ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بالکل ابتدا ہی سے ہر طاقت ان ممالک میں اپنا اثر و نفوذ بڑھانے میں خصوصی دلچسپی ظاہر کرتی رہی ہے اور مختلف نوعیت کے معاہدوں کے ذریعے ان کے قرب کی جویاں رہی ہے۔

اقتصادی نقطہ نظر سے ان مسلمان ممالک کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ سب اہم مادی اشیاء کے وافر ذخیرے ان میں موجود ہیں دنیا کی

مجموعی پیداوار کا ۰.۷ % ربڑ ، ۰.۴ % یورینیم ، ۵۱ % قدرتی گیس ، ۴۱ % فاسفیٹ ، ۴۱ % شکر ، ۱۷ % روئی اور ۵۲ % ٹین عالم اسلام کی ملکیت ہے لوہے اور تانبے کے بڑے بڑے ذخائر بھی اسلامی ممالک میں موجود ہیں ۔ پٹرول کی دولت الگ ہے ۱۹۷۳ء میں «تیل بطور ہتھیار» استعمال کرنے کا جو نتیجہ عالمی سطح پر سامنے آیا تھا وہ ان ممالک کی اہمیت واضح کرنے کے لیے کافی ہے ۔

اس وقت عالم اسلام میں صنعتی ترقی کا آغاز ہو چکا ہے اور بعض ممالک کافی پیش قدمی کر چکے ہیں اگر ان ممالک کے مادی وسائل ، مالی ذرائع اور افرادی قوت ایک مشترکہ نصب العین ــ اسلامی نشأۃ ثانیہ ــ کے لیے مجتمع ہو جائے تو حیرت انگیز ترقی حاصل کی جا سکتی ہے ۔

محترم صدر پاکستان نے عالم اسلامی کی اجتماعی مشترکہ سلامتی کے لیے جو خیال ظاہر فرمایا ہے وہ تقویت دفاع کے لیے بےحد اہمیت کا حامل ہے ۔ مسلم ممالک کو ایک ناقابل تسخیر قلعہ بنانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور اس کی تکمیل صرف مشترکہ دفاع کے ذریعے سے ممکن ہے ۔ اجتماعی سلامتی کے لیے عالم اسلام کا اشتراک فکر و عمل کسی اور غیر مسلم قوت کو چیلنج کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تحفظ ذات اور ذاتی سلامتی کے لیے اس کا ہونا نہایت ضروری ہے ۔

اس وقت نظام ہائے حکومت کے اختلاف اور بعض مخصوص مسائل کی موجودگی کے پیش نظر چند مسلم ممالک ایک دوسرے کے قریب آنے سے کترا رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف عارضی ہیں اور ان کا حل بالکل ممکن ہے عوامی سطح پر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے دل ساتھ دھڑک رہے ہیں ۔ یہ ایک نیک شگون ہے ۔ اور آئندہ کے لیے توقع ہے کہ یہ عارضی اختلافات بھی ختم ہو کر رہیں گے ۔ انشاء اللہ ۔

پندھوریں صدی ہجری ۔ اسلام کی صدی

تمام آثار اور قرائن بتا رہے ہیں کہ آنے والی صدی انشاء اللہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی صدی ہے مغربی تہذیب دم توڑ رہی ہے ، باطل نظریات کا طلسم ٹوٹ رہا ہے ، غلط نظاموں کے فریب کا پردہ چاک ہو رہا ہے دنیا ایک نئے عالمی نظام انصاف کی متقاضی ہے ۔ ایک ایسے نظام کی جو طبقاتی تصادم سے پاک ہو جو عالم انسانیت کی وحدت پر مبنی ہو ، جو

مادی اور روحانی اعتبار سے بھی اور انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے بھی توازن پر مبنی ہو جس کے اصول صرف اس دنیاوی زندگی تک محدود نہ ہوں بلکہ ابدالآباد کی زندگی تک وسیع ہوں ، جو انسانیت کے لیے رحمت ، اخوت ، عدل اور مساوات کا طالب ہو — اور صرف اسلام ہی ان تقاضوں کی تکمیل کی ضمانت دے سکتا ہے ۔

مؤتمر عالم اسلامی ، رابطہ عالم اسلامی ، اسلامی دولت مشترکہ ، اسلامی بنک ، اسلامی نشریاتی ادارہ ، مشترکہ سلامتی ، اسلامی وزراء خارجہ کی تنظیم ، اسلامی سربراہی کانفرنس — جیسے اداروں کا قیام اور اس کے بعد اب **اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پورے عالم اسلام کی واحد نمائندگی** وغیرہ امور عالم اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کرنے کی طرف مختلف اقدامات ہیں جو اسی عظیم نصب‌العین کی طرف پیش قدمی کے آئینہ دار ہیں جسے قرآن مجید نے «واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا» کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے ۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام میں نظریاتی شعور زیادہ سے زیادہ ہو اسلام کے فلاحی تصور کے مطابق معاشرے میں عملی نمونے قائم ہوں ۔ اس مقصد کے لیے حسب ذیل اقدامات ضروری ہیں :

(الف) سب درسگاہوں — سکولوں ، کالجوں ، یونیورسٹیوں — میں اسلامی اقدار کی اشاعت اور احیاء ۔

(ب) مساجد کے ائمہ اور خطباء کے لیے ریفریشر کورسز کا انعقاد اور اس ادارے کو زیادہ فعال اور مؤثر بنانے کی منظم کوشش ۔

(ج) عالم اسلام کے نشریاتی ادارے کا قیام اور ابلاغ عامہ کے سب ذرائع کا اسلامی نظریے کے فروغ کے لیے اسی طرح استعمال جس طرح دیگر نظریاتی مملکتوں میں ان کے نظریات کے لیے ہوتا ہے ۔ اس مقصد کے لیے ایسے جامع پروگرام جن کی بنیاد جذبۂ جہاد ، علمی اجتہاد ، ملی یگانگت ، اخوت اور اتحاد پر ہو — ایک ادارۂ تعلیم و تبلیغ (Motivational cell) کا قیام تاکہ ان مقاصد کے لیے دوسرے ذرائع سے بھی کام لے سکے ۔

(د) ایک بین الملی اسلامی عدالت اور مصالحتی کمیٹی کی تاسیس

تاکہ مسلم ممالک کے باہمی اختلافات کو حل کیا جا سکے۔

یہ اور اس نوعیت کے دیگر اقدامات اس لیے ضروری ہیں کہ ملت کے افراد نظریاتی شعور سے مالامال ہو جائیں اور اسلام کی بنیاد پر اتفاق اور فکری ہم آہنگی پیدا کرکے ایک مشترکہ اعلیٰ نصب العین کے حصول پر اپنی کوششیں مرکوز کر سکیں۔ صرف اس طرح سے اسلامی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا کہ اسلام ہماری اور اجتماعی زندگی میں عملاً نفوذ کر جائے۔ پتوں پر چھڑکاؤ کرنا لا حاصل ہوتا ہے اگر درخت کی جڑوں تک پانی نہ پہنچایا جائے۔ اسی طرح کاغذ پر بنایا ہوا باغ کا نقشہ خواہ کتنا دیدہ زیب کیوں نہ ہو وہ ثمرات نہیں دے سکتا جو عملاً ایک باغ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ بنیادی امور کی طرف توجہ دی جائے۔ اور اسلامی خطوط پر معاشرے کو منظم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے — یہ کوششیں کامیاب ہوں تو «اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے (۲۴/۵۵) اور یہ بشارت ہے کہ ولاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین» (۳/۱۳۹) «اور تم ہمت مت ہارو، اور رنج مت کرو، غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے»۔

ایمان اور عمل صالح — یعنی یقین محکم، نیکوکاری اور صحیح کوشش — کے بعد عروج اور علو کا وعدہ اس قانون الٰہی کے مطابق ہے جس کا ذکر تمہیدی پیراگراف میں کیا گیا ہے اس لیے کہ ایمان اور عمل صالح سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور رضائے الٰہی کے بعد ہی ملت اسلامیہ کا استحکام، عروج اور غلبہ یقینی امر ہے:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

(ربنا آتنا من لدنک رحمة و ھئی لنا من امرنا رشداً)

نوٹ: اس مضمون میں ظاہر کیے گئے خیالات صاحب مضمون کے ذاتی خیالات ہیں۔ ان میں نہ سرکاری نقطہ نظر کی وضاحت شامل ہے اور نہ اس ادارے کے موقف کی وکالت جہاں صاحب مضمون کام کر رہا ہے۔